تالیف و ترجمہ: قاضی محمد رویس خان ایوبی

عدالتی تحفظات اسلام کی نظر میں (10)

بحث دوم: قاضی کی تقرری کے لئے اختلافی شرائط

قبل ازیں آپ پڑھ چکے ہیں کہ قاضی / جج کے لئے عقلمند ہونا' بالغ ہونا اور مسلمانوں کے مقدمات میں مسلمان ہونا ضروری ہے۔ ان شرائط پر تمام فقہاء اسلام کا اتفاق ہے۔ تاہم بعض شرطیں ایسی ہیں جن میں فقہاء نے مختلف آراء کا اظہار کیا ہے۔ یہ شرائط حسب ذیل ہیں:

غیر مسلموں کے لئے غیر مسلم قاضی کی تقرری

کیا غیر مسلموں کے لئے اسلامی ریاست میں غیر مسلم کو جج مقرر کیا جاسکتا ہے یا صرف مسلمان جج ہی تمام مذاہب کے پیروکاروں کے مقدمات کے فیصلے کرے گا؟ اس ضمن میں فقہاء اسلام کے دو گروہ ہیں:

(1)۔ جمہور فقہاء کا موقف یہ ہے کہ مسلمان اور غیر مسلم دونوں کے لئے قاضی رجج کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔ اور کافر کو کسی حالت میں جج رقاضی کے منصب پر فائز نہیں کیا جاسکتا' کیوں کہ منصب قضاء حکومت کا اہم حصہ ہے جسے کفار کے سپرد نہیں کیا جا سکتا (۱)۔ شیرازی (۲) فرماتے ہیں: **ولا یجوز ان یکون القاضی کافرا**"۔ کافر کو قاضی نہیں بنایا جاسکتا۔(۳)۔ ابو یعلی (۴) فرماتے ہیں۔ **واما الاسلام فلان الفاسق لا یجوز ان یلی فاولی ان لا یلی الکافر**۔ "اسلام شرط ہے کیونکہ قاضی رجج اگر فاسق ہو تو اس کی تقرری ناجائز ہے' لہذا کافر بطریق اولی قضاء کے منصب کا اہل نہیں۔" (۵)۔ امام نووی (۶) فرماتے ہیں: **وشرط القاضی ان یکون مسلما**۔ "قاضی کے لئے مسلمان ہونا ضروری ہے" (۷)۔ ابن حزم ظاہری (۸) فرماتے ہیں۔ **ولا یحل ان یلی القضاء والحکم فی شیئی من امور المسلمین واھل الذمۃ الا مسلم**۔ "قضاء اور حکم کا کوئی معاملہ' خواہ مسلمانوں کا ہو یا ذمیوں کا' مسلمان کے علاوہ کسی کے سپرد نہیں کیا جاسکتا۔" (۹)۔

(2)۔ فقہاء حنفیہ کی رائے یہ ہے کہ کفار کے مقدمات کے لئے جج کا مسلمان ہونا ضروری نہیں۔ اسلامی ریاست میں بسنے والے غیر مسلموں کے لئے ذمیوں کو جج مقرر کیا جاسکتا ہے۔ کیوں کہ ذمی ایک دوسرے کے گواہ بن سکتے ہیں۔ چونکہ جج رقاضی کی اہلیت میں اس کا لائق شہادت ہونا ضروری ہے' لہذا جو لائق شہادت ہے وہ منصب قضاء کا بھی اھل ہے۔ اس لئے ذمیوں کے مقدمات کا فیصلہ

کافر جج کر سکتا ہے۔ اور اس کا فیصلہ انہی کے معاملات میں قابل عمل ہوگا۔ اور اسے قانونی تحفظ حاصل ہو گا۔ (۱۰)۔

جمہور فقہاء کے دلائل

جن فقہاء نے قاضی رجج کے لئے ہر حال میں مسلمان ہونا ضروری قرار دیا ہے انہوں نے قرآن کریم' حدیث نبوی اور عقلی استدلال پیش کئے ہیں۔

قرآن کریم —— ارشاد باری ہے **حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ** "یہاں تک کہ وہ ذلیل ہو کر اسلامی ریاست کو ٹیکس ادا کریں۔ " (۱۱)۔

اس آیت مبارکہ میں دعوت اسلام کے باوجود کفر پر ہٹ دھرمی سے قائم رہنے والے کفار کے بارے میں حکم دیا گیا ہے کہ ان سے اقلیتی ٹیکس وصول کرو۔ ان لوگوں کا کفر پر قائم رہنا' ان کے تکبر اور ہٹ دھرمی اور خدا سے کھلم کھلا بغاوت کی دلیل ہے ایسے لوگوں کو کسی قسم کی توقیر کا مستحق گرداننا اسلام کی توھین ہے۔ منصب قضاء ایک ذی وقار منصب ہے' لہٰذا اس منصب پر ان کی تقرری ان کی تعظیم و تکریم ہے اور ان کی تکریم کرنا اور مناصب جلیلہ پر فائز کرنا **هُمْ صٰغِرُوْنَ** کی مخالفت ہے' لہٰذا کفار کی منصب قضاء پر تقرری حرام ہے۔

ایک دوسرے مقام پر قرآن کریم میں ارشاد ہے : **وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ** "اور تم میں سے دو مرد گواہ ہوں " (۱۲)۔ سورت الطلاق میں ارشاد ہے **وَاَشْهِدُوْا ذَوَىْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ** "اور دو عادل تم میں سے گواہ ہوں۔ "

ان آیات مبارکہ میں لفظ **رِجَالِكُمْ** اور **مِنْكُمْ** اس بات کی دلیل ہیں کہ گواہ جماعت مسلمین میں سے ہونے ضروری ہیں اور ان کا "عدل " کی صفت سے متصف ہونا ضروری ہے۔ یعنی مسلمان اگر "عادل " نہ ہو تو وہ باوجود مسلمان ہونے کے گواہ نہیں بن سکتا۔ کافر بدرجہ اولی غیر مستحق شہادت ہے' کیوں کہ اس کے 'عادل' ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ چونکہ منصب قضاء پر فائز ہونے کے لئے امیدوار قضاء کا " اھلیت شہادت " سے متصف ہونا ضروری ہے' لہٰذا جو اس صفت سے محروم ہو وہ جج نہیں بن سکتا۔

سنت نبویہ

جمہور فقہاء نے احادیث نبویہ سے بھی استدلال کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا :
الاسلام یعلو ولا یعلی علیہ۔ "اسلام برتر ہے اس پر کسی کو برتری حاصل نہیں۔ " (۱۳)۔ ماوردی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ غیر مسلم مسلمانوں کی کسی بھی قسم کی سربراہی کا اھل

نہیں، لہٰذا وہ منصب قضاء پر بھی فائز ہونے کا اہل نہیں کیوں کہ یہ منصب بھی سربراہی کی ایک قسم ہے۔

حنفیہ کے دلائل

فقہاء حنفیہ کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) - قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ **وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ** - "کفار آپس میں ایک دوسرے کے ولی ہیں۔" (۱۴)- اس آیت مبارکہ میں واضح طور پر ارشاد فرمایا گیا ہے کہ کافر ایک دوسرے کے ولی اور سربراہ بن سکتے ہیں اور جو شخص ولایت / سربراہی کا اہل ہو وہ قضاء کا اہل ہوتا ہے۔ لہٰذا کفار کے لئے کافر جج کی تقرری درست ہے۔ جبکہ رفیقین دعوی بھی غیر مسلم ہوں۔

(۲) - فقہاء حنفیہ نے سنت رسول ﷺ سے بھی استدلال کیا ہے۔ براءبن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضور ﷺ کے سامنے سے یہودی ایک ایسے شخص کو لیکر گذرے جسکا منہ کالا کیا ہوا تھا اور اسے کوڑے مارے گئے تھے۔ حضور ﷺ نے انہیں بلایا، اور فرمایا، کیا تورات میں زانی کی یہی سزا ہے؟ انہوں نے جواب میں عرض کیا ہاں۔ حضور ﷺ نے یہودیوں کے ایک عالم دین کو بلایا اور فرمایا "میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جس نے موسی علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی، کیا زانی کی یہی سزا تورات میں مقرر ہے؟ اس عالم نے کہا: نہیں۔ اگر آپ مجھے خدا کا واسطہ نہ دیتے تو میں آپ کو سزائے سنگساری کے بارے میں کبھی نہ بتاتا۔ اصل صورت حال یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں جب بڑے لوگوں نے اس جرم کا ارتکاب کرنا شروع کر دیا، تو ہم نے ان نام نہاد معززین کو چھوڑ دیا، اور اگر کسی غریب نے ارتکاب کیا تو اسے سزا دیدی، چنانچہ ہم نے اجلاس بلایا اور طے کیا کہ ہمیں کسی ایک نکتے پر متفق ہو جانا چاہیئے، تاکہ "بڑوں" اور چھوٹوں پر یکساں سزا نافذ کی جاسکے، چنانچہ ہم نے رجم کی جگہ روسیاہی اور کوڑوں کی سزا مقرر کردی۔ چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا: "اللہ! میں نے اس مردہ حکم کو دوبارہ زندہ کر دیا ہے - چنانچہ آپ نے مجرم کو سنگسار کرنے کا حکم دیا اور مجرم کو رجم کردیا گیا۔ (۱۵)-

حضور نبی اکرم ﷺ نے اس حدیث میں یہودی عالم دین کی حکم تورات کے بارے میں گواہی قبول کی اور اس حکم کے مطابق فیصلہ فرمایا، لہٰذا، کفار کے خلاف کافر کی گواہی قبول کرنا درست ہے، اور کافر، کافر کے خلاف گواہی دینے کا اہل ہے، اور جو گواہی کی اہلیت رکھتا ہے وہ جج بھی بن سکتا ہے۔ (۱۶)- گواہی میں اسلام شرط نہیں لہٰذا غیر مسلم کو غیر مسلموں کا جج بھی بنایا جاسکتا ہے۔ حماد، سوار، ثور، بتی، قتادہ، حکم، ابوعبید، اور اسحاق رحمہم اللہ، ان سب کی یہی رائے ہے۔ (۱۷)-

(۳)- فقہاء حنفیہ نے عقلی استدلال بھی پیش کئے ہیں:

۱- چونکہ کفار کی باہم گواہی قابل ادخال ہے اس لئے ان کی باہم قضاء کے لئے غیر مسلم جج بھی مقرر کیا جاسکتا ہے۔

۲- غیر مسلم اہل کتاب کے باہمی ازدواجی رشتے کے انعقاد میں کوئی شبہ نہیں اور صغیرہ کا نکاح ولی جائز کے بغیر منعقد نہیں ہوتا' اگر کوئی مسلمان کسی صغیرہ غیر مسلم سے نکاح کرنا چاہے تو غیر مسلم ولی ہی ولایت نکاح کا حق استعمال کرے گا' جب ان کی ولایت در نکاح درست ہے تو ان کی قضاء بھی باہم دگر درست ہے۔ نیز کفار اپنے احوال اور دیگر املاک پر مکمل اختیار رکھتے ہیں اسی طرح وہ اپنے ہم عقیدہ لوگوں کے ولی بھی بن سکتے ہیں اور جسے حق ولایت حاصل ہے' اسے حق شہادت حاصل ہے اور جسے حق شہادت حاصل ہے اسے عدالتی منصب پر فائز کرنا درست ہے۔ (۱۸)۔

۳- اگر ہم غیر مسلموں کے لئے بھی جج کے مسلمان ہونے کی شرط مقرر کردیں تو اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ نہیں ہو سکے گا' جس کی اسلام نے ضمانت دی ہے' اور یوں اسلامی ریاست کے غیر مسلم باشندوں میں بددلی پھیل سکتی ہے اور اقلیتوں کے مفادات کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ کیونکہ مسلمان جج غیر مسلم افراد کے دینی احکام کو نہیں سمجھتے اور نہ ہی انہیں ان کے رواجات اور عرف کا علم ہوتا ہے' اور اسلامی تعلیمات کا بنیادی ضابطہ یہی ہے کہ غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ کیا جائے' وہ لوگ اسلامی ریاست میں اسی طرح اپنے حقوق سے استفادہ کرنے کے مستحق ہیں جس طرح مسلمان۔

(۴)- فقہاء حنفیہ نے تاریخ کے حوالوں سے بھی استدلال کیا ہے اور اسکی نظائر بھی پیش کیں۔ اسلامی ریاست میں اسلام کے سنہری دور میں خلفاء ذمی (غیر مسلم) رعایا کے حقوق کے تحفظ کے لئے انہی میں سے جج مقرر کیا کرتے تھے۔ مصر میں ایک قبطی قاضی مقرر تھا جو ان کے دینی اور دیوانی مقدمات کی سماعت کیا کرتا اور اپنی شریعت کے مطابق فیصلے کیا کرتا تھا۔ (۱۹)۔

تجزیہ اور ترجیح

۱- فقہاء کے گروہ اول کا ان آیات سے استدلال کہ "تم میں سے دو افراد گواہ ہوں" اور "دو عادل تم سے گواہی دیں" درست نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں آیتیں ایک خاص معاملہ میں گواہی سے متعلق ہیں ان کو ہر حکم میں لاگو نہیں کیا جاسکتا۔

۲- قرض کے معاملات میں کفار کی گواہی مسترد کیے جانے کو تمام معاملات کے لئے معیار قرار نہیں دیا جا سکتا اور "الکاذبون" سب کفار کے لئے نہیں بلکہ بعض لوگ کفار میں بھی دیانتدار اور صاحب صدق مقال ہوتے ہیں جیسے کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے: "اہل کتاب میں بعض لوگ ایسے ہیں کہ اگر آپ ان کو مال کا ڈھیر امانتاً دیدیں تو وہ بحفاظت یہ امانت واپس کردیں گے۔" (۲۰)۔

۳- جو فقہاء غیر مسلم کو منصب قضاء پر فائز کرنے کے خلاف ہیں' ان کی ایک دلیل یہ حدیث

ہے' الاسلام یعلو ولا یعلی علیہ۔ "اسلام برتر ہے اس پر کسی کی برتری حاصل نہیں۔" اس حدیث سے استدلال درست نہیں کیوں کہ غیر مسلم جج کا غیر مسلموں پر حکمران مقرر کرنا اسلام پر برتری کے زمرے میں نہیں آتا' ایسا تب ہوتا جب کہ غیر مسلم جج مسلمانوں کا حکمران ہوتا۔ اسلامی ریاست میں ذمیوں کو جو حقوق حاصل ہیں ان میں ان کے عدالتی حقوق کا تحفظ بھی اسلامی ریاست کا فرض ہے' اس لئے اسلامی عدل کا تقاضا ہے کہ غیر مسلموں کے لئے انہی میں سے جج کا تقرر کیا جائے' تاکہ وہ اسلام کے نظام عدل اجتماعی کی برکات سے کماحقہ استفادہ کر سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے انہیں اپنے اپنے عقائد پر عمل کرنے کی آزادی کی نعمت سے سرفراز فرمایا ہے۔

رہا یہ سوال کہ فاسق جج نہیں بن سکتا تو کافر کیسے جج بن سکتا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ ہر مذہب میں "فسق" کی تعریف اپنے زاویہ نظر سے کی گئی ہے جو شخص اسلامی نقطہ نگاہ سے فاسق ہے وہ عیسائی اور یہودی نقطہ نظر سے فاسق نہیں۔ اور جو ان کے نقطہ نظر سے فاسق ہے وہ اسلامی زاویہ نگاہ سے فاسق نہیں۔

مثلاً" عیسائی نقطہ نظریہ ہے کہ راھب /راہبہ شادی نہیں کر سکتے' اگر وہ شادی کریں گے تو دینی پیشوائی کے لئے نا اہل قرار دئے جائیں گے' جبکہ اسلام میں شادی نہ کرنا معیوب ہے' اور شادی کرنا باعث شرف و وقار ہے۔

امام ماوردی کا یہ فرمانا کہ قرن ثانی میں بعض غیر مسلموں کو منصب قضاء پر فائز کرنیکا مقصد انہیں عدالتی اختیارات دینا نہ تھا' بلکہ صرف عہدے دینا مقصود تھا تاکہ ان کی تالیف قلب ہو' تو انکی یہ بات خلاف واقعہ ہے' سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر انہیں عدالتی اختیارات حاصل نہ تھے تو پھر انہیں منصب قضاء پر فائز کرنے کا کیا فائدہ؟ اور اگر ان کی قیادت کو تسلیم کر لی گئی' خواہ تالیف قلب کے لئے سہی' تو پھر انہیں اختیارات تفویض کئے جانے میں کیا امر مانع تھا؟ غیر مسلموں کو اعلیٰ عہدوں پر تعینات کرنے سے صَاغِرُوْنَ پر کیسے عمل ممکن ہے جبکہ صَاغِرُوْنَ کا وہی مفہوم مراد لیا جائے جو ماوردی کے ہاں معتبر ہے۔ لہٰذا جو گروہ (جنکے سرخیل ماوردی ہیں) کفار کی لیڈر شپ کو تسلیم کرتا ہے' وہ گویا حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَۃَ عَنْ یَّدٍ وَّ ھُمْ صٰغِرُوْنَ کی نفی کرتا ہے۔ لیڈر شپ تسلیم کرنے میں اگر تالیف قلب ہوتی ہے تو منصب قضاء پر فائز کرنے سے تالیف قلب کیوں نہ ہو گی۔ اس لئے فریق اول خود اپنی دلیل میں پھنس گیا ہے' لہٰذا ان کا موقف کمزور اور بے وزن ہے۔

راقم کے خیال میں فقہاء حنفیہ کا موقف زیادہ روشن' واضح اور اسلامی نظام عدل و مساوات کے مطابق ہے کیوں کہ عہد بنو عباس اور عہد بنو امیہ میں کفار مختلف سرکاری مناصب پر فائز رہے ہیں۔ مغلیہ دور حکومت میں ہندوستان میں ٹوڈرمل' بیربل اور دیگر کئی ہندو اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔ قیام پاکستان کے بعد اس اسلامی ریاست میں حدود اسلامیہ کو پھلانگتے ہوئے یہاں دراب پٹیل (ایک

مجوسی) اعلیٰ ترین عدالت کا جج بنایا گیا۔ اے۔ آر۔ کارنیلیس چیف جسٹس کے منصب پر فائز رہے' اگرچہ شرعاً" ان کی تقرری درست نہ تھی۔ اور اب بھی جو غیر مسلم جج تعینات ہیں وہ مسلمانوں کے فیصلے کا اختیار نہیں رکھتے' اور نہ ہی شرعی طور پر ایسے ججوں کے فیصلوں کو کوئی تحفظ حاصل ہے۔ اس لئے کہ ججوں کی تقرری کے قواعد غیر اسلامی ہیں' جنہیں فوری طور پر تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔ البتہ جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم نے حدود آرڈی نینس کے نفاذ کے بعد صرف حدود کے مقدمات میں جج کے لئے مسلمان ہونے کی شرط لگا کر کسی حد تک اسلامی قانون کے عملی نفاذ کی سعی فرمائی -(۲۱)۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْہُ مَغْفِرَۃً وَّاسِعَۃً۔

بین الاقوامی معاہدات بھی حنفی موقف کی تائید کرتے ہیں۔ جن میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ ہر ملک میں وہاں کی اقلیتوں کے "پرسنل لاء" کے مطابق فیصلے ہوں گے اور ان کے ہم مذہب لوگوں کو جج مقرر کیا جائے گا۔

واضح ہو کہ اس وقت پوری دنیائے اسلام میں ججوں کی تقرری کی وہی شرائط ہیں جو برطانوی سامراج' فرانسیسی استبداد اور دیگر استعماری قوتوں نے اپنے نو آبادیاتی نظام کے لئے وضع کی تھیں۔ -(۲۲)

سعودی عرب کے سوا باقی تمام دنیائے اسلام میں صرف نکاح و طلاق' وراثت' حضانت' کے فیصلے شریعت کے مطابق ہوتے ہیں۔ اور ان معاملات میں بھی قاضی رجج کا مسلمان ہونا ضروری نہیں۔ انشاء اللہ آئندہ صفحات میں مختلف اسلامی ممالک میں ججوں کی تقرری کی شرائط کا ذکر آئے گا۔

پاکستان اور آزاد کشمیر میں جج کے لئے مسلمان ہونا ضروری نہیں۔ البتہ آزاد کشمیر میں انگریزی نام کو ایل' ایل' بی حضرات کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے' اور انہیں منصب قضاء پر فائز ہونے کے بعد "جج" کہا جاتا ہے۔ حالانکہ قاضی اور جج دونوں ایک ہیں' صرف زبان میں نام کا فرق ہے۔ نیز آزاد جموں و کشمیر میں قاضی صرف حدود کے مقدمات میں بااختیار ہوتے ہیں۔ دیگر شرعی امور مثلاً" عائلی معاملات میں انہیں کسی قسم کا کوئی اختیار حاصل نہیں۔ کاش کہ ہمارے ملک میں مکمل اسلامی نظام نافذ ہو جاتا' تو خداوند قدوس ہمیں غیروں کی محتاجی سے نجات دلا دیتے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر غیر مسلموں کے لئے غیر مسلم جج کی تقرری کو ممنوع قرار دیدیا جائے' تو اس طرح اقلیتوں کے حقوق متاثر ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا بحث بالا کی روشنی میں راقم کے نزدیک حنفیہ کا موقف درست ہے۔

* حوالہ جات *

(۱) الخرشی علیٰ مختصر سیدی خلیل: ۱۳۸/۴' ۱۳۹۔ بدایۃ المجتہد: ۴۹۹/۲۔ البہجۃ شرح التحفۃ ۱۸/۱۔ تبصرہ

الحکام: ۱۸/۱- الدسوقی علی الشرح الکبیر: ۱۲۹/۴- مواہب الجلیل: ۸۶/۶- حاشیہ قلیوبی: ۲۹۶/۴- (۲) ابرہیم بن علی بن یوسف فیروز آبادی شافعیہ کے جلیل القدر علماء میں سے تھے۔ ۳۹۳ھ میں فیروز آباد میں پیدا ہوئے اور بغداد میں انتقال ہوا۔ ملاحظہ کیجئے الاعلام زرکلی: ۴۴/۱- (۳) المہذب: ۲۹۱/۲- (۴) ابو یعلی محمد بن حسین فراء فقہاء حنابلہ میں سے تھے۔ ۴۵۸ھ میں انتقال فرمایا۔ ملاحظہ کیجئے زرکلی: ۲۹۱/۶- (۵) الاحکام السلطانیہ: ۶۵- (۶) یحیی بن شرف نووی شافعی (م ۶۷۶ھ)۔ دیکھئے الاعلام زرکلی: ۱۴۹/۸- (۷) المنہاج: ۳۷۵/۴-۳- (۸) ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم الظاہری (غیر مقلد) م ۴۵۶ھ۔ الاعلام: ۲۵۴/۴- (۹) المحلی: ۱۹۳/۹- (۱۰) بدائع الصنائع: ۷/۳- ردالمختار: ۳۵۴/۵- تبیین الحقائق: ۱۹۳/۴- شرح فتح القدیر: ۳۶۶/۷- (۱۱) سورہ توبہ: ۲۹- واضح ہو کہ "جزیہ" اسلامی ریاست میں غیر مسلم اقلیتوں کے امیر لوگوں سے لیا جاتا ہے۔ غریب اور عاجز ذمی اس سے مستثنیٰ ہیں۔ (مؤلف)- (۱۲) البقرہ: ۲۸۲- (۱۳) بیہقی کتاب اللقعہ: ۲۰۵/۶- امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب الجنائز میں "تعلیقاً" ذکر کیا ہے۔ دیکھئے بخاری باب اذا اسلم الصبی: ۹۶/۲- یہ حدیث حسن ہے۔ عائذ بن عمرو، معاذ بن جبل، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے "مرفوعاً" روایت کی گئی ہے۔ سنن دار قطنی: ۲۵۳/۳- باب المہر، حدیث نمبر ۳۰- (۱۴) الانفال: ۷۳- (۱۵) دیکھئے صحیح مسلم مع شرح نووی: ۲۰۹/۱۱- سنن ابن ماجہ: ۸۵۵/۲، حدیث نمبر ۲۵۵۸- (۱۶) المبسوط: ۱۱۳/۱۶- ابن عابدین: ۲۹۹/۴- (۱۷) دیکھئے المغنی: ۵۴/۱۲- (۱۸) المبسوط: ۱۱۳/۱۶ ابن عابدین: ۲۹۹/۴- (۱۹) القضاء فی الاسلام، عطیہ مشرفہ، ص ۱۳۸- (۲۰) سورت آل عمران: ۷۵- (۲۱) ملاحظہ کیجئے مجموعہ تعزیرات پاکستان۔ (۲۲) تشریع لبنان: ج ۵، عدالتی نظام۔ انسائیکلوپیڈیا قانون عراق: ۲۸۰/۲-

مولانا محمد رمضان کا انتقال

انا للہ وانا الیہ راجعون

میانوالی کے بزرگ عالم دین اور جمعیۃ علماء اسلام کے سرگرم راہنما حضرت مولانا محمد رمضان فاضل دیوبند گزشتہ روز انتقال کر گئے **انا للہ وانا الیہ راجعون** مرحوم ایک حق گو خطیب اور بے باک سیاسی راہ نما تھے، متعدد دینی و قومی تحریکات میں سرگرمی سے حصہ لیا، قید و بند کے مراحل سے گزرے اور اپنے افکار کی روشن روایات کو زندہ رکھا موتی مسجد میانوالی کے ساتھ مدرسہ تبلیغ الاسلام ان کا صدقہ جاریہ ہے جہاں وہ ایک عرصہ تک علوم دینیہ کے طلبہ کو فیض یاب کرتے رہے اللہ رب العزت مرحوم کی حسنات کو قبول کریں، سیئات سے درگزر فرمائیں، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازیں اور پسماندگان کو صبر و جمیل کی توفیق سے نوازیں آمین یا الہ العالمین۔